عمر رسیدہ لوگ اسلام کی نظر میں
مولانا ابراہیم عمری

عام طور پر انسانی زندگی کو تین مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے: بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ بڑھاپا انسانی زندگی کے لیے بڑا آزمائشی مرحلہ ہوتا ہے۔ اس میں انسان کے اعضا کم زور اور قویٰ مضمحل ہوجاتے ہیں۔ جسم میں وہ نشاط اور چستی نہیں رہتی جو کہ جوانی کے مرحلے میں ہوا کرتی ہے۔

اسلامی شریعت نے عمر رسیدہ لوگوں کا ہر معاملے میں بڑا خیال رکھا ہے، چناں چہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: **اذا صلیٰ أحدکم للناس فلیخفف فإن منھم الضعیف والسقیم والکبیر۔** (بخاری: باب إذا صلی لنفسہ فلیطول ماشاء) ''جب تم میں سے کوئی لوگوں کی امامت کرے تو اسے چاہیے کہ نماز کو مختصر کرے، کیوں کہ لوگوں میں کم زور، بیمار اور عمر رسیدہ لوگ بھی ہوا کرتے ہیں''۔

روزہ ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے، مگر عمر رسیدہ لوگوں کو یہ رخصت دی گئی کہ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے استطاعت نہ رکھتے ہوں تو ایک مسکین کو بطور فدیہ کھانا کھلا دیں۔ ارشاد باری ہے: **وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ'' طَعَامُ مِسْكِينٍ۔** (البقرۃ: ۱۸۴) ''اور جنھیں روزے رکھنے میں مشقت اٹھانی پڑتی ہو وہ بطور فدیہ ایک مسلمان کو کھانا کھلا دیں''۔۔۔۔۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ حکم بوڑھوں کے لیے ہے جو روزے نہیں رکھ سکتے کہ وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں''۔ (تیسیر الرحمن لبیان القرآن: ۱۱۰، سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۱۸۴)

حج ہر صاحبِ حیثیت مسلمان پر فرض ہے۔ اگر کوئی بڑھاپے کی وجہ سے کعبۃ اللہ تک جا آنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ اپنے بدلے دوسرے کو حج کے لیے روانہ کر سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلۂ خثعم کی ایک عورت حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، اور دریافت کرنے لگی: **یارسول اللہ! إن فریضۃ اللہ علی عبادہ فی الحج أدرکت أبی شیخا کبیرا، لایثبت علی الراحلۃ أفأحج عنہ؟ قال: نعم۔** (بخاری: باب وجوب الحج وفضلہ) ''اے اللہ کے رسولؐ! میرے باپ پر حج فرض ہو چکا ہے مگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے اس قدر کم زور ہو چکے ہیں کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے، کیا میں ان کی جانب سے حج کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے جواب دیا: ہاں''۔

اسلام نے ہر معاملے میں عمر رسیدہ لوگوں کا خیال رکھا ہے۔ اسلامی لشکر کو جہاد پر روانہ کرتے ہوئے آپؐ یہ تاکید فرماتے: **لاتقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا ولا صغیرا ولا امرأۃ۔** (ابوداؤد: باب فی دعاء المشرکین) ''عمر رسیدہ لوگوں، چھوٹے بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے''۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کر دیا تھا: ''کسی بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص سے جزیہ وصول نہ کیا جائے''۔ (احکام أھل الذمۃ: ۱/ ۶۲، بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ)

اس عمر میں انسان کے کرنے کے کام کیا ہیں؟ قرآن وحدیث میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلے کی چند تعلیمات یہاں پیش کی جا رہی ہیں:

(۱) بڑھاپے میں آدمی کو اپنی اخروی نجات کی کثرت سے فکر کرنی چاہیے اور اپنا زیادہ وقت عبادات اور خیر کے کاموں میں صرف کرنا چاہیے۔ ایک شخص نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: ''اے اللہ کے رسولؐ! بہترین شخص کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **من طال عمرہ وحسن عملہ۔** جس کی عمر طویل ہو اور عمل نیک ہو۔ پھر سائل نے پوچھا: سب سے بدترین انسان کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **من طال عمرہ وساء عملہ۔** جو لمبی عمر پائے مگر برا عمل کرے''۔ (ترمذی: باب منہ من طال عمرہ وحسن عملہ)

بڑھاپے کی عمر کو عام طور پر آرام کرنے کی عمر سمجھا جاتا ہے۔ اسی لیے جب لوگ وظیفہ یاب ہوجاتے ہیں تو اپنے آپ کو سب کاموں سے فارغ سمجھنے لگتے ہیں، یا گھر میں گوشہ گیر ہوجاتے ہیں۔ دنیادار لوگوں کے لیے تو یہ مرحلہ آرام وراحت کا ہوسکتا ہے مگر دین دار انسان کے لیے یہ مرحلہ بھی کام اور مصروفیت کا، بلکہ خیر کے کاموں میں پہلے سے زیادہ آگے آگے رہنے کا مرحلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ** (الحجر: ۹۹) ''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے''۔

انبیا علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اسلافِ کرامؒ کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عمر میں بھی نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے ہیں، مگر اللہ سے تعلق میں ذرا برابر کمی نہیں آئی۔ اس عمر میں بھی ہر وقت عبادت اور دعا ومناجات میں مصروف رہتے تھے: **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔** (ابراہیم: ۳۹ تا ۴۱) ''(اور ابراہیمؑ نے کہا) ساری ستائش اللہ کے لیے ہے جس نے باوجود بڑھاپے کے مجھے اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔ بلاشبہ

میرا پروردگار (اپنے بندوں کی) دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے!'' خدایا: مجھے توفیق دے کہ میں نماز قائم کروں اور میری نسل کو بھی اس کی توفیق ملے۔ پروردگار! میری یہ دعا تیرے حضور قبول ہو۔ پروردگار! جس دن اعمال کا حساب لیا جائے گا تو مجھے اور میرے ماں باپ کو اور ان سب کو جو ایمان لائے (اپنے فضل وکرم سے) بخش دیجیو (اور حساب کی سختی میں نہ ڈالیو)''۔

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ (جنہیں مفتیٔ حرم مکی کہا جاتا ہے) کے بڑھاپے کی عبادتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں: **عاش ثمان وثمانين سنة ، كان بعدما كبر وضعف يقوم إلى الصلاة فيقرأ مائتي آية من سورة البقرة ، وهو قائم لا يزول منه شيء ولا يتحرك۔** (صفوۃ الصفوۃ: ج ۲/ ۲۱۴) ''مفتی صاحب نے ۸۸ر سال کی عمر پائی، کبرسنی اور کمزوری کے باوجود کھڑے ہوکر نماز پڑھتے اور ایک رکعت میں سورۂ بقرہ کی تقریباً ۲۰۰ر طویل طویل آیتیں پڑھتے مگر آپؒ کے پائے استقلال میں کوئی جنبش تک نہ آتی''۔

امام ذہبیؒ نے ابوالقاسم البغویؒ کے متعلق لکھا ہے کہ ۱۰۳ر سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور اس عمر میں بھی ان کا یہ حال تھا: **وكان طلاب العلم يسمعون عليه حتى مات۔** (سیر أعلام النبلاء: ۱۴/ ۴۵۶) ''علم کے متلاشی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور علم حاصل کرتے رہتے، تعلیم وتعلم کا یہ سلسلہ ان کی وفات تک برابر جاری رہا''۔

جہاد سب افضل عمل ہے۔ یہ ناتواں اور کمزور انسانوں کا نہیں، بلکہ جواں مردوں کا کام ہے۔ کمزور لوگ عام طور پر جہاد کی ہمت نہیں کرپاتے، مگر اسلامی تاریخ میں ایسے عمر رسیدہ لوگ نظر آتے ہیں جو عمر کے اعتبار سے تو بوڑھے تھے مگر ان کے عزائم اور حوصلے جوان تھے۔ اسلام کی پہلی جنگ جنگِ بدر کا اعلان ہوا تو اس میں شریک ہونے والوں میں ایک بڑی تعداد عمر رسیدہ لوگوں کی تھی۔ حضرت سعد بن خیثمہؓ کا بیان ہے کہ ان کے گھر میں دو ہی افراد جنگ کے قابل تھے، ایک وہ، اور دوسرے ان کے بوڑھے باپ۔ دونوں کی خواہش تھی کہ جنگ میں شریک ہوں مگر کسی ایک کا گھر میں رہنا ضروری تھا۔ جب کوئی صورت نہیں نکلی تو قرعہ اندازی کی گئی۔ قرعہ فال بیٹے کے حق میں نکلا۔ بوڑھے باپ نے لختِ جگر سے شفقتِ پدری کا حوالہ دے کر کہا کہ تم ابھی جوان ہو، میں عمر کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکا ہوں، معلوم نہیں میری زندگی کا چراغ کب گل ہو جائے، اس لیے اس بار مجھے موقع دے دو۔ بیٹے نے کہا: ابا جان! یہاں معاملہ شہادت اور طلبِ جنت کا ہے، اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کی بات مان لیتا مگر جنت کے معاملے میں اپنے آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ بیٹا جنگ میں شریک ہوا اور شہید ہوا۔ بوڑھا باپ مرتبۂ شہادت حاصل کرنے کے لیے بے قرار تھا۔ دوسرے ہی سال جب جنگِ احد پیش آئی تو حضرت خیثمہؓ اس میں شریک ہوئے اور جواں مردی کے ساتھ لڑتے ہوئے اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے۔ (سنن سعید بن منصور: ۲/ ۲۱۵، بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ)

حضرت ابوایوب انصاریؓ نے بڑھاپے میں قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوکر شہادت پائی۔ موسیٰ بن نصیر خلافتِ بنی امیہ کے ایک مشہور کمانڈر گزرے ہیں، وہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں: **ما نكب المسلمون معي نكبة منذ اقتحمت الأربعين إلى أن شارفت الثمانين۔** (سیر أعلام النبلاء: ۴/ ۴۹۹) ''میں چالیس سال کی عمر سے اسّی سال کی عمر تک اسلامی فوجوں کی قیادت کرتا رہا، اس طویل عرصہ میں اسلامی فوج نے میری قیادت میں کبھی شکست نہیں کھائی''۔

جو شخص بڑھاپے کے باوجود اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتا ہے تو اس کا یہ عمل اللہ کو بہت محبوب ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: **من شاب شيبة في سبيل الله كانت له نورا يوم القيامة۔** (السلسلۃ الصحیحۃ: ۱۲۴۴) ''جس شخص کے بال اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے سفید ہو جائیں تو بال کی یہ سفیدی قیامت کے دن اس کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوگی''۔

اس عمر میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہیے: بڑھاپے میں ہر انسان بڑے بڑے کام انجام نہیں دے سکتا، اس لیے اسلام نے ایسے اعمال بھی بتائے ہیں، جنھیں اس عمر میں بہ آسانی انجام دے کر اجر وثواب میں اضافے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ حضرت ام ہانیؓ خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوکر کہتی ہیں: ''اے اللہ کے رسولؐ! میں بوڑھی ہو چکی ہوں اور میرے اعضا کمزور ہو چکے ہیں، مجھے کوئی ایسا آسان عمل بتائیے جو دخولِ جنت کا ذریعہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا: سو مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہو، یہ تمھارے لیے اولادِ اسماعیل کے سو غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔ سو مرتبہ ''الحمد للہ'' کہو، یہ تمھارے لیے سامان سے لدے ہوئے سو گھوڑوں کو صدقہ کرنے کے برابر ہے۔ سو مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہو، یہ تمھارے لیے سو اونٹ صدقہ کرنے کے برابر ہے اور سو مرتبہ ''لا إلہ إلا اللہ'' کہو، یہ آسمان اور زمین کے خزانوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے، اور اس سے بہتر کوئی عمل نہیں، سوائے اس کے کہ کوئی یہ ذکر اس سے زیادہ مرتبہ پڑھے''۔ (**السلسلۃ الصحیحۃ: ۱۳۱۶**)

اس عمر میں انسان کو بہت سے عوارض اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں، جن سے تنگ آکر بسا اوقات آدمی ہمت ہار بیٹھتا ہے۔ ایسے موقع پر صبر وضبط سے کام لینا واقعی بڑے دل گردے کا کام ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت خباب بن ارتؓ کی عیادت کے لیے گئے۔ ان کی بیماری طول پکڑ چکی تھی، وہ کہنے لگے: **لولا أني**

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لاتتمنوا الموت لتمنیته۔ (ابن ماجہ: کتاب الزھد) ''اگر میں رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوے نہ سنا ہوتا کہ موت کی تمنا مت کرو، تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا''۔

اس کے برعکس آپ ﷺ نے بڑھاپے کی مصیبت اور پریشانی سے بچنے کے لیے دعا سکھلائی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: لایتمنین أحدکم الموت من ضر أصابه فإن کان لابد فاعلافلیقل: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَاکَانَتِ الْحَیوۃُ خَیْرًا لِیْ۔ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ۔ (بخاری: باب الدعاء بالموت۔۔۔) ''کوئی بھی شخص کسی بیماری یا تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر اس قسم کی آرزو ضروری ہو تو یہ دعا کرے: ''اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہو، اور مجھے موت دے، جب موت میرے حق میں بہتر ہو''۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ یہ دعا بھی کیا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ۔ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ۔ وَاَصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ۔ وَاجْعَلِ الْحَیوۃَ زِیَادَۃً لِّیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ۔ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَۃً لِّیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ۔ (مسلم: باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر مالم یعمل) ''اے اللہ! میرے دین کی اصلاح فرما جو میرے معاملات کا محافظ ہے اور میری دنیا کی اصلاح فرما جس میں میرا گزر بسر ہے، اور میری آخرت کی اصلاح فرما جس کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔ میری زندگی کو ہر قسم کے خیر میں اضافے کا ذریعہ بنا اور موت کو میرے لیے ہر برائی سے نجات اور راحت کا باعث بنا''۔

بڑھاپے کا ایک مرحلہ ارذل عمر کا ہے، جس میں اعضا جواب دے جاتے ہیں، جسم گھلنے لگتا ہے، ذہنی اور عقلی کیفیت میں فرق آجاتا ہے، انسان کچھ کر نہیں سکتا، ہر معاملے میں دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے، حتی کہ وہ اس بچے کے مانند ہو جاتا ہے جو اپنی پیدائش کے وقت ہر طرح کمزور اور مجبور ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عمر سے پناہ طلب کرنے کی تعلیم دی ہے۔ حضرت سعدؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہر نماز کے بعد چار چیزوں سے پناہ طلب کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ۔ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ (ترمذی: باب فی دعاء النبیا) ''اے اللہ! میں بزدلی سے، بخیلی سے، ارذلِ عمر سے اور دنیا و آخرت کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں''۔

عمر رسیدہ لوگ ہر معاشرے میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے تئیں معاشرے پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اسلام نے ان کی بھی نشان دہی کی ہے۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ عمر رسیدہ لوگوں کے حقوق پہچانے اور انہیں ادا کرے۔

(۱) عمر رسیدہ لوگوں کا وجود برکت و رحمت کا باعث ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ انھیں رحمت سمجھیں، زحمت تصور نہ کریں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: البرکۃ مع أکابرکم (الترغیب والترھیب: باب الترغیب فی اکرام العلماء واجلالھم) ''برکت تمھارے بڑے لوگوں کے ساتھ ہے''۔ ایسے لوگوں کی قدر کرنا، ان کے وجود کو باعثِ رحمت سمجھنا اور ان کی عزت و تکریم کرنا ضروری ہے۔

رسول ﷺ نے عمر رسیدہ لوگوں کی عزت و تکریم کو ایمان کا تقاضا قرار دیا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے: لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا۔ (ترمذی: باب رحمۃ الصبیان) ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرتا ہو اور ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کرتا ہو''۔

نیز آپؐ کا ارشاد ہے: إن من إجلال اللہ تعالیٰ إکرام ذی الشیبۃ المسلم۔ (ابوداؤد: باب تنزیل الناس منازلھم) ''عمر رسیدہ مسلمان کی عزت کرنا اللہ کی تعظیم بجالانے کے مترادف ہے''۔

رسول اکرم ﷺ بڑوں کا حد درجہ احترام فرماتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہؓ فتح مکہ کے وقت مشرف بہ اسلام ہوے۔ جب حضرت ابوبکرؓ انھیں لے کر حاضرِ خدمت ہوے تو آپؐ نے فرمایا: لو أقررت الشیخ لأتیناہ۔ (السلسلۃ الصحیحۃ: ۴۹۶) ''آپ نے شیخ کو کیوں زحمت دی، ہم خود ہی ان کے پاس پہنچ جاتے''۔

(۲) عمر رسیدہ لوگوں کے تئیں دوسرا حق یہ ہے کہ ہر معاملے میں ان کے مقام اور مرتبہ کو ملحوظ رکھا جائے، ان کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے اور ہر کام میں ان سے مشورہ لیا جائے۔ اسلام نے ہر معاملے میں بڑوں کا لحاظ رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ نماز کی امامت کی بابت کہا کہ اگر علم میں سب برابر ہوں تو بڑی عمر والا امامت کرائے۔ حضرت مالک بن حویرثؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: إذا حضرت الصلاۃ فلیؤذن لکم أحدکم ثم لیؤمکم أکبرکم (مسلم: باب من أحق بالإمامۃ) ''جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی اذان دے اور جو تم میں سے عمر میں بڑا ہو وہ امامت کرے''۔

بڑوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے ان سے مشورہ طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے دورِ خلافت میں ہر مسئلے میں کبارِ صحابہؓ سے مشورہ کرتے تھے۔

چھوٹوں کو حکم دیا گیا ہے کہ بڑوں کی موجودگی میں خاموش رہیں اور انھیں گفتگو کرنے کا موقع دیں۔ حضرت سہل بن خیثمہؓ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصۃ بن مسعود مقام خیبر گئے۔ وہاں کے یہودیوں نے دھوکے سے عبداللہ بن سہل کو قتل کر دیا۔ محیصۃ، حویصۃ اور عبدالرحمن بن سہل اس معاملے کی اطلاع دینے کے لیے خدمتِ نبویؐ میں پہنچے۔ عبدالرحمن بن سہل نے گفتگو کا آغاز کیا، جو سب سے چھوٹے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: کبّر، کبّر۔ یعنی ''بڑوں کو کہنے کا موقع دو''۔ (مسلم: باب القسامۃ)

۳۔ تیسرا حق یہ ہے کہ اپنی استطاعت کے مطابق ان کی خدمت اور ان کا تعاون کیا جائے۔ بڑھاپے میں آدمی دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کو سہارا دے، اس کے کام آئے اور دکھ درد میں شریک ہو۔ اسی لیے اولاد کو 'عصائے پیری'' کہا جاتا ہے، یعنی بڑھاپے کا سہارا۔ حضرت زکریاؑ نے بڑھاپے کی عمر میں دعا کی: رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَکُنْ ۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا۔ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا۔ (مریم: ۴،۵) ''اے میرے رب! میری ہڈیاں کم زور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اٹھا ہے، لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کرکے محروم نہیں رہا، مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے، میری بیوی بھی بانجھ ہے پس تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما''۔

حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ حاجت مندوں کو تلاش کرکے ان کی خدمت کرتے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔ حضرت ابوطلحہؓ کا بیان ہے کہ ایک رات دیر گئے وہ اپنے گھر سے نکلے، اچانک ان کی نظر حضرت عمرؓ پر پڑی جو ایک نامعلوم گھر میں داخل ہو رہے تھے۔ انھیں تعجب ہوا، صبح ہوئی تو وہ اس گھر میں داخل ہوئے، دیکھا کہ اس میں آنکھوں سے معذور ایک بوڑھی عورت ہے، انھوں نے پوچھا کہ کل رات آپ کے گھر میں کون شخص آیا تھا؟ اس بوڑھیا نے جواب دیا: انه يتعاهدني منذ كذا وكذا بما يصلحني ويخرج عني الأذى والقذى۔ ''وہ شخص کئی دنوں سے میرے گھر برابر آتا ہے اور سارے کام کاج کرتا ہے، میری ضرورتیں پوری کرتا ہے اور گھر کی صفائی کرتا ہے''۔ (حیاۃ الصحابۃ للکاندھلوی: ج ۲/ ۲۱۸ بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ)

خصوصاً عمر رسیدہ اگر رشتہ دار ہوں تو ان کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ رسول اکرمﷺ کا ارشاد ہے: رغم أنفه، ثم رغم أنفه، ثم رغم أنفه، من أدرك أبويه عنده الكبر أحدهما أو كلاهما ثم لم يدخل الجنة۔ (صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ: ۵۸۲۴) ''ہلاک ہوجائے وہ شخص، ہلاک ہوجائے، ہلاک ہوجائے، جو اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کی عمر میں پائے، پھر بھی ان کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہ ہو''۔

والدین کی خدمت کا اصل مرحلہ بڑھاپے کا ہے۔ قرآن نے والدین کی خدمت پر ابھارتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ بڑھاپے کی عمر کا ذکر کیا ہے، چناں چہ ارشاد باری ہے: اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْھَرْ ھُمَا وَ قُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا۔ وَ اخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا (بنی اسرائیل: ۲۳، ۲۴) ''اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اُف تک نہ کہنا، نہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا، اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ پروردگار! جس طرح انھوں نے مجھے صغرسنی میں پالا پوسا اور بڑا کیا، اسی طرح تو بھی ان پر رحم کیجیو''۔

حضرت شعیبؑ کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ان کی دو بیٹیاں تھیں جو بکریاں چرایا کرتی تھیں۔ حالانکہ یہ کام مردوں کا ہے، لیکن گھر میں کام کرنے والا کوئی نہیں تھا، مجبوراً یہ کام ان بچیوں کو انجام دینا پڑتا تھا۔ جب موسیٰؑ مدین پہنچے تو انھوں نے ان بچیوں کو دیکھا کہ وہ بکریوں کو سیراب کرنے کے لیے انتظار میں ہیں۔ حضرت موسیٰ نے آگے بڑھ کر ان کی مشکل دریافت کی اور ان کی مدد فرمائی۔ قبل اس کے کہ وہ ان سے گھر کے بارے میں دریافت کرتے، لڑکیوں نے کہا: وَ اَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ۔ (القصص: ۲۳) ''ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں''۔

ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں نے اپنی ماں کی حد درجہ خدمت کی ہے، اس کی آرزوؤں کی تکمیل کے لیے اسے اپنی پیٹھ پر لیے پھرا ہے اور ویسے ہی خدمت کی جیسے بچپن میں وہ میری خدمت کیا کرتی تھی، کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کیا؟ آپؓ نے فرمایا: نہیں، کیوں کہ تمھاری ماں تمھاری ساری ضرورتوں کو پورا کرتی تھی تو اس کی تمنا ہوتی کہ تم لمبی عمر پاؤ اور تم اپنی ماں کی ضرورتوں کو پوری کرتے ہو تو تمھاری خواہش ہوتی ہے کہ جلد سے جلد وہ اس دنیا سے رخصت ہوجائے''۔

حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے کہا: میں نے اپنی ماں کو پیٹھ پر اٹھا کر حج کرایا ہے، کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کیا؟ آپؓ نے جواب دیا: ولو بزفرة واحدة۔ ''نہیں تم نے اپنی ماں کی اس آہ کا حق بھی ادا نہیں کیا جو تمھاری پیدائش کے وقت اس کے منہ سے نکلی تھی''۔ (وبالوالدین احسانا: ۳، بحوالہ الشاملۃ)

اس میں شک نہیں کہ بڑھاپے میں والدین کی خدمت کرنا اور ان کی راحت کا خیال رکھنا بڑا توجہ طلب کام ہے۔ احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ بعض

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام بندۂ مومن کی مشکلات کو دور کرنے کا باعث بنتا ہے۔صحیح بخاری میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ تین آدمیوں نے سخت آندھی سے بچنے کے لیے ایک غار میں پناہ لی۔ایک بڑی چٹان نے اس غار کے دہانے کو بند کر دیا۔ وہاں سے نکلنے کی کوئی ظاہری صورت نظر نہیں آئی۔اس وقت ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا:''اس غار سے ہمیں کوئی چیز نجات نہیں دلا سکتی،سوائے اس کے کہ ہم اپنے مخلصانہ اعمال کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کریں۔تینوں نے اپنے مخلصانہ اعمال کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کی۔ان میں سے ایک نے یوں دعا کی:اللهم !كان لي أبوان شيخان كبيران۔۔۔۔''اے میرے رب!تو خوب جانتا ہے کہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے،میرے کئی چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے،میں بکریاں چرایا کرتا تھا کہ ان کے دودھ کے ذریعے ان سب کی روزی کا انتظام کرسکوں،چناں چہ جب شام میں اپنے گھر پہنچتا تو بکریوں کا دودھ سب سے پہلے اپنے ماں باپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ایک دن ایسا ہوا کہ چراہ گاہ سے واپس ہونے میں اتنی تاخیر ہوی کہ رات جب گھر پہنچا تو والدین سو چکے تھے۔میں انھیں بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور مجھے یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ والدین سے پہلے اپنے بچوں کو سیراب کروں،جب کہ وہ بھوک سے بلک رہے تھے،میں دودھ کا پیالہ لیے سرہانے کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی،جب وہ بیدار ہوئے تو میں نے پہلے انھیں سیراب کیا،پھر اپنے بچوں کو۔اس کے بعد وہ فریاد کرنے لگا:**اللهم ان كنت فعلت ذلك ابتغاء وجهك ففرج عنامانحن فيه من هذه الصخرة** ''اے اللہ!اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کے لیے کیا ہے تو اس مصیبت سے ہمیں نجات دے''۔اللہ نے اس کی دعا قبول کی اور اس مصیبت سے نجات دی''۔(بخاری:باب من استأجر أجير افترك أجره)

موجودہ دور کا یہ المیہ ہے کہ بڑھاپے کی عمر میں جب کہ والدین اپنی اولاد کی خدمت و توجہ کے حد درجہ مستحق ہوتے ہیں،ان کی خدمت سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے اور انھیں دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ماں باپ دونوں مل کر ہی اپنی ساری مجبوریوں اور بے سروسامانیوں کے باوجود اپنی اولاد کی پرورش کر لیتے ہیں اور اس راہ میں ہر قسم کی تکلیف خوشی خوشی جھیل لیتے ہیں،مگر ساری اولاد مل کر بھی دو بوڑھی جانوں کو سنبھال نہیں پاتے۔اس سلسلے میں مسلم معاشرے کو غور وفکر کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بوڑھوں کے حقوق کو سمجھنے اور انھیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

+++

فوت شدہ لوگوں کے حقوق

انسان فطرتاً ایک سماجی مخلوق ہے۔اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے وہ دوسرے انسانوں کا محتاج ہے۔وہ ایسی زندگی کا تصور نہیں کرسکتا جس میں وہ اکیلا ہو،کوئی دوسرا اس کے ساتھ نہ ہو۔ اس دنیا میں ایک انسان کے دوسرے انسان سے تعلقات کی مختلف بنیادیں ہیں،رشتہ داری،دوستی، تجارت،وغیرہ،اور یہ تعلقات اس کی ضرورت بھی ہیں۔جب تک انسان زندہ رہتا ہے وہ ان تعلقات کو نبھانے کی کوشش کرتا ہے اور جیسے ہی اس کی آنکھیں بند ہوجاتی ہیں اور وہ موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے تو یہ سب تعلقات اور رشتہ داریاں بھی ختم ہوجاتی ہیں،مگر ایک رشتہ ایسا ہے جو انسان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے،وہ ہے دینی اور ایمانی رشتہ۔

ایمانی رشتہ دنیا کے سارے رشتوں میں سب سے زیادہ مضبوط اور پائیدار ہے۔ اس رشتے کو باقی رکھنے کے لیے اسلام نے کچھ حقوق مقرر کیے ہیں،جن کا ادا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔حقوق کا یہ دائرہ بہت وسیع ہے۔ایک مسلمان کی موت پر یہ سلسلہ ختم نہیں ہوجاتا،بلکہ اس کے بعد بھی حقوق کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ایک مسلمان کی وفات کے بعد اس کے جو حقوق مسلمانوں پر عائد ہوتے ہیں،ان میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے:

(ا) جنازے میں شرکت: اسلام نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق بتائے ہیں،ان میں ایک حق اس کے جنازے میں شرکت ہے۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:**حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام وعيادة المريض واتباع الجنائز وإجابة الدعوة وتشميت العاطس**۔(بخاری:۱۲۴۰)''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا،بیمار کی عیادت کرنا،جنازے کے پیچھے چلنا،دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا''۔

جنازے میں شرکت یہ ایسا حق ہے کہ اگر مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو ادا نہ کرے تو سارے مسلمان گناہ گار ہوں گے۔اسی لیے اس کو فرضِ کفایہ کہا جاتا ہے۔

مسلمان بھائی کے جنازہ میں شرکت کی بڑی فضیلت ہے۔رسول ﷺ کا ارشاد ہے:**من شهد الجنازة حتى يصلى عليه فله قيراط ومن شهد حتى تدفن كان له قيراطان،قيل: وما القيراطان؟ قال مثل الجبلين العظيمين**۔''جس نے کسی جنازے میں شرکت کی اور نمازِ جنازہ ادا کی تو اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا اور جو تدفین تک ساتھ رہا تو اس کو دو قیراط ثواب ملے گا۔آپؐ سے پوچھا گیا کہ قیراط کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا: بڑے پہاڑ کے برابر''۔(بخاری،باب من انتظر حتی تدفن)